

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

<?xml encoding="UTF-8">

ولادت باسعادت

علماء کا بیان ہے کہ امام المتقین حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بتاریخ ۱۰/ رجب المرجب ۱۹۵ ھ بمطابق ۸۱۱ ھ یوم جمعہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے تھے (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶، شواہد النبوت ص ۲۰۴، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷)۔

علامہ یگانہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمة فرماتے ہیں چونکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی اولاد آپ کی ولادت سے قبل نہ تھی اس لئے لوگ طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ شیعوں کے امام منقطع النسل ہیں یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اولاد کا ہونا خدا کی عنایت سے متعلق ہے اس نے مجھے صاحب اولاد کیا ہے اور عنقریب میرے یہاں مسند امامت کا وارث پیدا ہوگا چنانچہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (ارشاد ص ۲۷۳)۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے یہاں جو بچہ عنقریب پیدا ہوگا وہ عظیم برکتوں کا حامل ہوگا (اعلام الوری ص ۲۰۰)۔

واقعہ ولادت کے متعلق لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی بہن جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے بھائی نے مجھے بلا کر کہا کہ آج تم میرے گھر میں قیام کرو، کیونکہ خیزران کے بطن سے آج رات کو خدا مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا، میں نے خوشی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی جب رات آئی تو ہمسایہ کی اور چند عورتیں بھی بلائی گئیں، نصف شب سے زیادہ گزرنے پر یکایک وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے یہ حال دیکھ کر میں خیزران کو حجرہ میں لے گئی، اور میں نے چراغ روشن کر دیا تھوڑی دیر میں امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ مختون اور ناف بریدہ ہیں ولادت کے بعد میں نے انہیں نہلانے کے لیے طشت میں بٹھایا، اس وقت جو چراغ روشن تھا وہ گل ہو گیا مگر پھر بھی اس حجرہ میں روشنی بدستور رہی، اور اتنی روشنی رہی کہ میں نے آسانی سے بچہ کو نہلا دیا،

تھوڑی دیر میں میرے بھائی امام رضا علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آئے میں نے نہایت عجلت کے ساتھ صاحبزادے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کی آغوش میں دیدیا آپ نے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیے کر پھر مجھے واپس کر دیا، دودن تک امام محمد تقی علیہ السلام کی آنکھیں بند رہیں تیسرے دن جب آنکھیں کھلیں تو آپ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظر کی پھر داہنے بائیں دیکھ کر کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا میں نے دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اور میں نے سارا ماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا، آپ نے فرمایا تعجب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجت خدا اور وصی رسول ہدی ہے اس سے جو عجائبات ظہور پذیر ہوں، ان میں تعجب کیا؟ محمد بن علی ناقل ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان اسی طرح مہر امامت تھی جس طرح دیگر آئمہ علیہم السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان مہریں ہوا کرتی تھیں (مناقب)۔

نام کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرمی، لوح محفوظ کے مطابق ان کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام نے ”محمد“ رکھا آپ کی کنیت ”ابوجعفر“ اور آپ کے القاب جواد، قانع، مرتضیٰ تھے اور مشہور ترین لقب تقی تھا (روضۃ الصفاح جلد ۳ ص ۱۶ ، شواہد النبوت ص ۲۰۲ ، اعلام الوری ص ۱۹۹)۔

بادشاہان وقت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت ۱۹۵ھ میں ہوئی اس وقت بادشاہ وقت، امین ابن ہارون رشید عباسی تھا (وفیات الاعیان)۔
۱۹۸ ہجری میں مامون رشید بادشاہ وقت ہوا (تاریخ خمیس و ابوالفداء) ۲۱۸ ہجری میں معتصم عباسی خلیفہ وقت مقرر ہوا (ابوالفداء)۔
اسی معتصم نے ۲۲۰ ہجری میں آپ کو زہر سے شہید کرادیا (وسيلة النجات)۔

امام محمد تقی کی نشوونما اور تربیت

یہ ایک حسرتناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہونا پڑا انہیں بہت ہی کم اطمینان اور سکون کے لمحات میں ماں باپ کی محبت اور شفقت و تربیت کے سایہ میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا آپ کو صرف پانچ برس تھا، جب حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے امام محمد تقی علیہ السلام اس وقت سے جو اپنے باپ سے جدا ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا، امام محمد تقی علیہ السلام سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام رضا علیہ السلام کی وفات ہو گئی، دنیا سمجھتی ہوگی کہ امام محمد تقی کے لیے علمی اور عملی بلندیوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا، اس لیے اب امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے مگر خالق خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی جس اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پہلومیں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ و حدیث و تفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور ان سب کو قائل ہوجاتے دیکھا ان کی حیرت اس وقت تک دور ہونا ممکن نہ تھی جب تک وہ مادی اسباب کے آگے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم و تربیت کے قائل نہ ہوتے جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا، اور نہ کبھی حل ہوسکتا ہے (سوانح امام محمد تقی ص ۴)۔

مقصود یہ ہے کہ امام کو علم لدنی ہوتا ہے یہ انبیاء کی طرح پڑھے لکھے اور تمام صلاحیتوں سے بھرپور پیدا ہوتے ہیں انہوں نے سرور کائنات کی طرح کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں کیا اور نہ کرسکتے تھے، یہ اس کے بھی محتاج نہیں ہوتے تھے کہ آباؤ اجداد انہیں تعلیم دیں، یہ اور بات ہے کہ ازدیاد علم و شرف کے لیے ایسا کر دیا جائے، یا علوم مخصوصہ کی تعلیم دیدی جائے۔

والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محرومی

یوں تو عمومی طور پر کسی کے باپ کے مرنے سے سایہ عاطفت سے محرومی ہوا کرتی ہے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد ماجد کے سایہ عاطفت سے ان کی زندگی ہی میں محروم ہو گئے تھے، ابھی آپ کی عمر ۶ سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کی شفقت و عطوفت سے محروم کر دیئے گئے اور مامون رشید عباسی نے آپ کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کے ماتحت مدینہ سے خراسان طلب کر لیا۔

اور ساتھ ہی یہ شق بھی لگادی کہ آپ کے بال بچے مدینہ ہی میں رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ سب کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ کر خراسان تشریف لے گئے اور وہیں عالم غربت میں سب سے جدا مامون رشید کے ہاتھوں ہی شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آپ کے مدینہ سے تشریف لے جانے کا اثر خاندان پر یہ پڑا کہ سب کے دل کاسکون جاتا رہا اور سب کے سب اپنے کو زندہ درگور سمجھتے رہے بالآخر وہ نوبت پہنچی، کہ آپ کی ہمشیرہ جناب فاطمہ جو بعد میں ”معصومہ قم“ کے نام سے ملقب ہوئیں، انتہائی بے چینی کی حالت میں گھر سے نکل کر خراسان کی طرف روانہ ہوئیں، ان کے دل میں جذبات یہ تھے کہ کسی طرح اپنے بھائی علی رضا علیہ السلام سے ملیں، لیکن ایک روایت کی بناء پر آپ مدینہ سے روانہ ہو کر جب مقام ساوہ میں پہنچیں تو عللیل ہو گئیں، آپ نے پوچھا کہ یہاں سے قم کتنی دور ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہاں سے قم کی مسافت دس فرسخ ہے، آپ نے خواہش کی کہ کسی صورت سے وہاں پہنچادی جائیں، چنانچہ آپ آل سعد کے رئیس موسیٰ بن خزرج کی کوششوں سے وہاں پہنچیں اور اسی کے مکان میں ۱۷/ یوم بیمار رہ کر اپنے بھائی کوروتی پیٹتی دنیا سے رخصت ہو گئیں اور مقام ”بابلان“ قم میں دفن ہوئیں یہ واقعہ ۲۰۱ ہجری کا ہے (انوار الحسینیہ جلد ۲ ص ۵۳)۔

اور ایک روایت کی بناء پر آپ اس وقت خراسان پہنچیں جب بھائی شہید ہو چکا تھا اور لوگ دفن کے لیے کالے کالے علموں کے سایہ میں لیے جارہے تھے آپ قم آکر وفات پا گئیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کی جدائی ہی کیا کم تھی کہ اس پر مستزاد اپنی پھوپھی کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے ہمارے امام کے لیے کمسنی میں یہ دونوں صدمے انتہائی تکلیف دہ اور رنج رساں تھے لیکن مشیت ایزدی میں چارہ نہیں آخر آپ کو تمام مراحل کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ صبر و ضبط کے ساتھ ہر مصیبت کو جھیلنے لگے۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا پہلا سفر عراق

عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے فراغت کے بعد یا اس لیے کہ اس پر امام رضا کے قتل کا الزام ثابت نہ ہو سکے یا اس لیے کہ وہ امام رضا کی ولیعہدی کے موقع پر اپنی لڑکی ام حبیب کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقی کے ساتھ کرے گا اسے نبھانے کے لیے یا اس لیے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اسے امام محمد تقی کی طرف توجہ کی دعوت دے رہی تھی، بہر حال جو بات بھی ہو، اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے دعوت نامہ ارسال کیا اور انہیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح امام رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا ”حکم حاکم مرگ مفاجات“ بالآخر امام محمد تقی علیہ

بازار اور مچلی کا واقعہ

امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمر اس وقت تقریباً ۹ سال کی تھی ایک دن بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی، سب لڑکے ڈر کر بھاگ گئے مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت امام محمد تقی سے مخاطب ہو کر کہا کہ صاحبزادے جب سب لڑکے بھاگ گئے تھے تو تم کیوں نہیں بھاگے انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو بٹ جانے سے وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ ڈرتا نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے مامون کو حضرت امام محمد تقی کا انداز بیان بہت پسند آیا۔

اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا، اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے ایک باز کو ایک چکور پر چھوڑا باز نظروں سے اوجھل ہو گیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجب ہوا تو تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر پرہیزگار لے کر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستور سابق وہیں کھڑے رہے جب مامون ان کے قریب آیا تو مٹھی بند کر کے کہنے لگا کہ صاحبزادے بتاؤ، میرے ہاتھ میں کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دریاے قدرت میں چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اور سلاطین اپنے باز سے ان مچھلیوں کا شکار کر کے اہلبیت رسالت کے علم کا امتحان لیتے ہیں یہ سن کر مامون بولا! بے شک تم علی بن موسیٰ رضا کے فرزند ہو، پھر ان کو اپنے ساتھ لیتا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳، مطالب السؤل ص ۲۹۰، شواہد النبوت ص ۲۰۴، نور الابصار ص ۱۴۵، ارجح المطالب ص ۱۴۵۹)۔

یہ واقعہ ہماری بھی بعض کتابوں میں ہے اس واقعہ کے سلسلہ میں میں نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان میں ”ان اللہ خلق فی بحر قدرتہ سمکا صغارا“ مندرج ہے البتہ بعض کتب میں ”بین السماء والہواء“ لکھا ہے، اول الذکر کے متعلق تو تاویل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ بردیا خدائے کی قدرت سے جاری ہے اور مذکورہ واقعہ میں امکان قوی ہے کہ باز اسی زمین پر جو دریائیں انہیں کے کسی ایک سے شکار کر کے لایا ہوگا البتہ آخر الذکر کے متعلق کہا جاسکتا ہے:

- ۱۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہر گہرے سے گہرے دریا کی انتہا کسی سطح ارضی پر ہے۔
- ۲۔ بقول علامہ مجلسی بعض دریا ایسے ہیں جن سے ابر چھوٹی مچھلیوں کو اڑا کر اوپر لے جاتے ہیں۔
- ۳۔ ۱۹۲۳ء کے اخبار میں یہ شائع ہو چکا ہے کہ امریکہ کی نہر پانامہ میں جو سڈوبول بندرگاہ کے قریب ہے مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔

- ۴۔ آسمان اور ہوا کے درمیان بحر متلاطم سے مراد فضا کی وہ کیفیات ہوں جو دریا کی طرح پیدا ہوتے ہیں۔
- ۵۔ کہا جاتا ہے کہ علم حیوان میں یہ ثابت ہے کہ مچھلی دریائے ایک سو پچاس گز تک بعض حالات میں بلند ہو جاتی ہے بہر حال انہیں گہرائیوں کی روشنی میں فرزند رسول نے مامون سے فرمایا کہ بادشاہ بحر قدرت خداوندی سے شکار کر کے لایا ہے اور آل محمد کا امتحان لیتا ہے۔

ام الفضل کی رخصتی ، امام محمد تقی علی السلام کی مدینہ کو واپسی اور

حضرت کے اخلاق و اوصاف عادات و خصائل

اس شادی کا پس منظر جو بھی ہو ، لیکن مامون نے نہایت اچھوتے انداز سے اپنی لخت جگہام الفضل کو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حوالہ نکاح میں دیدیا تقریباً ایک سال تک امام علیہ السلام بغداد میں مقیم رہے ، مامون نے دوران قیام بغداد میں آپ کی عزت و توقیر میں کوئی کمی نہیں کی ”الی ان توجہ بزوجتہ ام الفضل الی المدینة المشرفة“۔ یہاں تک آپ اپنی زوجہ ام الفضل سمیت مدینہ مشرفہ تشریف لے آئے (نورالابصار ص ۱۲۶)۔

مامون نے بہت ہی انتظام و اہتمام کے ساتھ ام الفضل کو حضرت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

علامہ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ شبلینجی، علامہ جامی علیہم ارحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لئے ہوئے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے، آپ کے ہمراہ بہت سے حضرات بھی تھے چلتے چلتے شام کے وقت آپ وارد کوفہ ہوئے وہاں پہنچ کر آپ نے جناب مسیب کے مکان پر قیام فرمایا اور نماز مغرب پڑھنے کے لیے وہاں کی ایک نہایت ہی قدیم مسجد میں تشریف لے گئے آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا، پانی آنے پر ایک ایسے درخت کے تھالے میں وضو کرنے لگے جو بالکل خشک تھا اور مدتوں سے سرسبزی اور شادابی سے محروم تھا امام علیہ السلام نے اس جگہ وضو کیا، پھر آپ نماز مغرب پڑھ کر وہاں سے واپس ہوئے اور اپنے پروگرام کے مطابق وہاں سے روانہ ہو گئے۔

امام علیہ السلام تو تشریف لے گئے لیکن ایک عظیم نشانی چھوڑ گئے اور وہ یہ تھی کہ جس خشک درخت کے تھالے میں آپ نے وضو فرمایا تھا وہ سرسبز و شاداب ہو گیا، اور رات ہی بھر میں وہ تیار پہلوں سے لد گیا لوگوں نے اسے دیکھ کر بے انتہا تعجب کیا (ارشاد ص ۲۷۹ ، اعلام الوری ص ۲۰۵ ، نورالابصار ص ۱۲۷ ، شواہد النبوت ص ۲۰۵)۔ کوفہ سے روانہ ہو کر طے مراحل و قطع منازل کرتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کر آپ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک و مشغول ہو گئے پند و نصائح، تبلیغ و ہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کا عملی درس شروع کر دیا خاندانی طرہ امتیاز کے بموجب ہر ایک سے جھک کر ملنا ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اور سادگی کو ہر حال میں پیش نظر رکھنا، غرباء کی پوشیدہ طور پر خبر لینا، دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھا سلوک کرتے رہنا مہمانوں کی خاطر داری میں انہماک اور علمی و مذہبی پیاسوں کیے لیے فیض کے چشموں کو جاری رکھنا، آپ کی سیرت زندگی کا نمایاں پہلو تھا اہل دنیا جو آپ کی بلندی نفس کا پورا اندازہ نہ رکھتے تھے انہیں یہ تصور ضروری ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچے کا عظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کا داماد ہو جانا یقیناً اس کے چال ڈھال ، طور طریقے کو بدل دے گا اور اس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا مقصد ہو سکتا ہے جو مامون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا بنی امیہ یا بنی عباس کے بادشاہوں کو آل رسول کی ذات سے اتنا اختلاف نہ تھا، جتنا ان کی صفات سے تھا وہ ہمیشہ اس کے دریئے ربتے تھے کہ بلندی اخلاق اور معراج انسانیت کا وہ مرکز جو مدینہ منورہ میں قائم ہے اور جو سلطنت کے مادی اقتدار کے مقابلہ میں ایک مثالی روحانیت کا مرکز بنا ہوا ہے، یہ کسی طرح ٹوٹ جائے اسی کے لیے گھبرا گھبرا کر وہ مختلف تدبیریں کرتے تھے ۔

امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا، اسی کی ایک شکل تھی اور پھر امام رضا کو ولی کو عہد بنانا اسی کا دوسرا طریقہ تھا فقط ظاہری شکل و صورت میں ایک کا انداز معاندانہ اور دوسرے کا طریقہ ارادت مندی کے روپ میں تھا، مگر اصل حقیقت دونوں صورتوں کی ایک تھی، جس طرح امام حسین نے بیعت نہ کی، تو وہ شہید کر ڈالے گئے، اسی طرح امام رضا علیہ السلام ولی عہد ہونے کے باوجود حکومت کے مادی مقاصد کے ساتھ ساتھ نہ چلے تو آپ کو زہر کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا۔

اب مامون کے نقطہ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام رضا کا جانشین ایک آٹھ، نو، برس کا بچہ ہے، جو تین چار برس پہلے ہی باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا حکومت وقت کی سیاسی سوجھ بوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچہ کو اپنے طریقے پر لانا نہایت آسان ہے اور اس کے بعد وہ مرکز جو حکومت وقت کے خلاف ساکن اور خاموش مگر انتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔

مامون رشید عباسی، امام رضا علیہ السلام کے ولی عہدی کی مہم میں اپنی ناکامی کو مایوسی کا سبب نہیں تصور کرتا تھا اس لیے کہ امام رضا کی زندگی ایک اصول پر قائم رہ چکی تھی، اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تو یہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقی جو آٹھ، نو برس کے سن سے قصر حکومت میں نشوونما پا کر بڑھیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول زندگی پر برقرار ہیں۔

سوائے ان لوگوں کے جو ان مخصوص افراد کے خداداد کمالات کو جانتے تھے اس وقت کا ہر شخص یقیناً مامون ہی کا ہم خیال ہوگا، مگر حکومت کو حیرت ہو گئی جب یہ دیکھا کہ وہ نو برس کا بچہ جسے شہنشاہ اسلام کا داماد بنایا گیا ہے اس عمر میں اپنے خاندانی رکھ رکھاؤ اور اصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعد محل شاہی میں قیام سے انکار کر دیتا ہے، اور اس وقت بھی کہ جب بغداد میں قیام رہتا ہے تو ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لے کر اس میں قیام فرماتے ہیں اس سے بھی امام کی مستحکم قوت ارادی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے عموماً مالی اعتبار سے لڑکی والے جو کچھ بھی بڑا درجہ رکھتے ہوتے ہیں تو وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ جہاں وہ رہیں وہیں داماد بھی رہے اس گھر میں نہ سہی تو کم از کم اسی شہر میں اس کا قیام رہے، مگر امام محمد تقی نے شادی کے ایک سال بعد ہی مامون کو حجاز واپس جانے کی اجازت پر مجبور کر دیا یقیناً یہ امر ایک چاہنے والے باپ اور مامون ایسے باقتدار کے لیے انتہائی ناگوار تھا مگر اسے لڑکی کی جدائی گوارا کرنا پڑی اور امام مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وہی عالم رہا جو اس کے پہلے تھا، نہ پہرہ دارنہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک و احتشام نہ اوقات ملاقات، نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤ میں کوئی تفریق زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رہتی تھی جہاں مسلمان حضرت کے وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے راویان حدیث، اخبار و احادیث دریافت کرتے تھے طالب علم مسائل پوچھتے تھے، صاف ظاہر تھا کہ جعفر صادق ہی کا جانشین اور امام رضا کا فرزند ہے جو اسی مسند علم پر بیٹھا ہوا ہدایت کا کام انجام دے رہا ہے۔

امور خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حدود میں رکھا ہوا تھا انہیں حدود میں آپ نے ام الفضل کو بھی رکھا، آپ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہ وقت کی بیٹی ہے چنانچہ ام الفضل کے ہوتے ہوئے آپ نے حضرت عمار یا سرکی نسل سے ایک محترم خاتون کے ساتھ عقد بھی فرمایا اور قدرت کو نسل امامت اسی خاتون سے باقی رکھنا منظور تھی، یہی امام علی نقی کی ماں ہوئیں ام الفضل نے اس کی شکایت اپنے باپ کے پاس لکھ کر بھیجی، مامون کے دل کے لیے بھی یہ کچھ کم تکلیف دہ امر نہ تھا، مگر اسے اب اپنے کئے کو نباہنا تھا اس نے ام الفضل کو جواب میں لکھا کہ میں نے تمہارا عقد ابو جعفر سے ساتھ اس لیے نہیں کیا کہ ان پر کسی حلال خدا کو حرام کردوں خبردار! مجھ سے اب اس قسم کی شکایت نہ کرنا۔

یہ جواب دے کر حقیقت میں اس نے اپنی خفت مٹائی ہے ہمارے سامنے اس کی نظریں موجود ہیں کہ اگر مذہبی حیثیت سے کوئی بااحترام خاتون ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا گیا، جیسے پیغمبر اسلام کے لیے جناب خدیجہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جناب فاطمہ الزہراء، مگر شہنشاہ دنیا کی بیٹی کو یہ امتیاز دینا صرف اس لیے کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی ہے اسلام کی اس روح کے خلاف تھا جس کے آل محمد محافظ تھے اس لیے امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے خلاف طرز عمل اختیار کرنا اپنا فریضہ سمجھا (سوانح محمد تقی جلد ۲ ص ۱۱)۔

امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض

امام محمد تقی علیہ السلام اگرچہ مدینہ میں قیام فرماتے لیکن فرائض کی وسعت نے آپ کو مدینہ ہی کے لیے محدود نہیں رکھا تھا آپ مدینہ میں رہ کر اطراف عالم کے عقیدت مندوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے یہ ضروری نہیں کہ جس کے ساتھ کرم گستری کی جائے وہ آپ کے کوائف و حالات سے بھی آگاہ ہو عقیدہ کا تعلق دل کی گہرائی سے ہے کہ زمین و آسمان ہی نہیں ساری کائنات ان کے تابع ہوتی ہے انہیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی سفر میں طے مراحل کے لیے زمین اپنے قدموں سے ناپا کریں، ان کے لیے یہی بس ہے کہ جب اور جہاں چاہیں چشم زدن میں پہنچ جائیں اور یہ عقلاً محال بھی نہیں ہے ایسے خاصان خدا کے اس قسم کے واقعات قرآن مجید میں بھی ملتے ہیں۔

آصف بن برخیا وصی جناب سلیمان علیہ السلام کے لیے علماء نے اس قسم کے واقعات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، وہاں ایک شخص کو اس مقام پر عبادت میں مصروف و مشغول پایا جس جگہ امام حسین کا سرمبارک لٹکایا گیا تھا آپ نے اس سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو وہ روانہ ہوا، ابھی چند قدم نہ چلا تھا، کہ کوفہ کی مسجد میں جا پہنچا وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جو روانگی ہوئی، تو صرف چند منٹوں میں مدینہ منورہ جا پہنچے اور زیارت و نماز سے فراغت کی گئی، پھر وہاں سے چل کر لمحوں میں مکہ معظمہ رسیدگی ہوئی، طواف و دیگر عبادت سے فراغت کے بعد آپ نے چشم زدن میں اسے شام کی مسجد میں پہنچا دیا۔

اور خود نظروں سے اوجھل ہو کر مدینہ منورہ جا پہنچے پھر جب دوسرا سال آیا تو آپ بدستور شام کی مسجد میں تشریف لے گئے اور اس عابد سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو، چنانچہ وہ چل پڑا آپ نے چند لمحوں میں اسے سال گزشتہ کی طرح تمام مقدس مقامات کی زیارت کرادی پہلے ہی سال کے واقعہ سے وہ شخص بے انتہا متاثر تھا ہی، کہ دوسرے سال بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا اب کی مرتبہ اس نے مسجد شام واپس پہنچتے ہی ان کا دامن تھام لیا اور قسم دے کر پوچھا کہ فرمائیے آپ اس عظیم کرامت کے مالک کون ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن علی (امام محمد تقی ہوں) اس نے بڑی عقیدت اور تعظیم و تکریم کے مراسم دا کئے۔

آپ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد یہ خبر بجلی کی طرح تمام پھیل گئی جب والی شام محمد بن عبد الملک کو اس کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ اس واقعہ سے بے انتہا متاثر ہو گئے ہیں تو اس نے اس عابد پر ”مدعی نبوت“ ہونے کا الزام لگا کر اسے قید کر دیا اور پھر شام سے منتقل کرا کے عراق بھجوا دیا اس نے والی کو قید خانہ سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں بے خطا ہوں، مجھے رہا کیا جائے، تو اس نے خط کی پشت پر لکھا کہ جو شخص تجھے شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور وہاں سے مکہ اور پھر وہاں سے شام پہنچا سکتا ہے

اپنی ربائی میں اسی کی طرف رجوع کر۔

اس جواب کے دوسرے دن یہ شخص مکمل سختی کے باوجود، سخت ترین پہرہ کے ہوتے ہوئے قیدخانہ سے غائب ہو گیا، علی بن خالد راوی کا بیان ہے کہ جب میں قیدخانہ کے پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ تمام ذمہ داران حیران و پریشان ہیں، اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ عابد شامی زمین میں سما گیا یا آسمان پر اٹھالیا گیا، علامہ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے علی بن خالد جو دوسرے مذهب کا پیرو تھا، امامیہ مسلک کا معتقد ہو گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۵، نورالابصار ص ۱۲۶، اعلام الوری ص ۴۳۱، ارشاد مفید ص ۲۸۱)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض کرامات

صاحب تفسیر علامہ حسین واعظ کاشفی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے کرامات بے شمار ہیں (روضۃ الشہدا ص ۲۳۸) میں بعض کا تذکرہ مختلف کتب سے کرتا ہوں۔

علامہ عبدالرحمن جامی تحریر کرتے ہیں کہ :

۱۔ مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اب تیس ماہ بعد میرا بھی انتقال ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک مسماء (ام الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہہ نہ دیجیے تاکہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں آپ نے فرمایا کہ اب جامہ کہہ نہ کی ضرورت نہیں ہے روای کا بیان ہے کہ میں وہ جواب لے کر جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳۔ ۱۴ دن ہو گئے ہیں کہ وہ انتقال کر چکی ہے۔

۳۔ ایک شخص (امیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسیٰ ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے رخصت ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کر دو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹہر گیا، لیکن میرا ساتھی حماد بن عیسیٰ نے کہا کہ میں نے سارا سامان سفر گھر سے نکال رکھا ہے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کر دوں، یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے کسی حصہ میں عظیم الشان سیلاب آ گیا، اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کر لے گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۲)۔

۴۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایا کہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہو گیا حضرت نے مدینہ سے باہر نکل کرے ایک وادی میں جا کر مجھ سے فرمایا کہ تم ٹھہر جاؤ میں ابھی آتا ہوں چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے واپسی پر آپ بے انتہاء ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا : فرزند رسول ! آپ کے چہرہ مبارک سے آثار حزن و ملال کیوں ہویدائیں ارشاد فرمایا کہ اسی وقت بغداد سے واپس آ رہا ہوں وہاں میرے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام زہر سے شہید کر دیئے گئے ہیں میں ان پر نماز وغیرہ ادا کرنے گیا تھا۔

۵۔ قاسم بن عباد الرحمن کا بیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھا کہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابر آتے جاتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ جس کے پاس آنے جانے کا تائبندھا ہوا ہے یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام ہیں ابھی یہ باتیں ہوئی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پر سوار اس طرف سے گذرے، قاسم کہتا ہے کہ انہیں دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو آپ کی امامت کے قائل ہیں

اور آپ کی عزت و توقیر کرتے ہیں، یہ تو بچے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی، میں اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپ نے قریب آکر فرمایا کہ ایسے قاسم بن عبدالرحمن جو شخص ہماری اطاعت سے گریزاں ہے وہ جہنم میں جائے گا آپ کے اس فرمانے پر میں نے خیال کیا کہ یہ جادوگر ہیں کہ انہوں نے میرے دل کے ارادے کو معلوم کر لیا ہے جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال بالکل غلط ہیں تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو یہ سن کر میں نے آپ کی امامت کا اقرار کیا اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ حجت اللہ ہیں۔

۶۔ قاسم بن الحسن کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مفلوج الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اور وہ میری پگڑی اڑا کر لے گئی میں نے بڑی تلاش کی لیکن وہ دستیاب نہ ہو سکی جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملنے گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے قاسم تمہاری پگڑی ہواڑا لے گئی میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ ان کی پگڑی لے آؤ غلام نے پگڑی حاضر کی میں نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے جو وہ خدام میں روٹی کا ٹکڑا دیا تھا، اسے خدانے قبول فرمالیا ہے، ایسے قاسم خداوند عالم یہ نہیں چاہتا جو اس کی راہ میں صدقہ دیے وہ اسے نقصان پہنچنے دے۔

۷۔ ام الفضل نے حضرت امام محمد تقی کی شکایت اپنے والد مامون رشید عباسی کو لکھ کر بھیجی کہ ابو جعفر میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی کر رہے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں نے تیری شادی ان کے ساتھ اس نہیں کی حلال خدا کو حرام کردوں انہی قانون خداوندی اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسری شادی کریں، اس میں تیرا کیا دخل ہے دیکھ آئندہ سے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کرنا اور سن تیرا فریضہ ہے کہ تو اپنے شوہر ابو جعفر کو جس طرح ہوراضی رکھ اس تمام خط و کتابت کی اطلاع حضرت کو ہو گئی (کشف الغمہ ص ۱۲۰)۔ علامہ شیخ حسین بن عبدالوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ام الفضل نے حضرت کی ایک بیوی کو جو عمار یاسر کی نسل سے تھی دیکھا تو مامون رشید کو کچھ اس طرح سے کہا کہ وہ حضرت کے قتل پر آمادہ ہو گیا، مگر قتل نہ کر سکا (عیون المعجزات ص ۱۵۴ طبع ملتان)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ہدایات و ارشادات

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت کی تعلیم حاصل کی آپ کے لیے مختصر حکیمانہ مقولوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے، جیسے آپ کے جد بزرگوار حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے کثرت سے پائے جاتے ہیں جناب امیر علیہ السلام کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام کے مقولوں کو ایک خاص درجہ حاصل ہے بعض علماء نے آپ کے مقولوں کو تعداد کئی ہزار بتائی ہے علامہ شبلی نجی بحوالہ فصول المہمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :

۱۔ خداوند عالم جسے جو نعمت دیتا ہے بہ ارادہ دوام دیتا ہے، لیکن اس سے وہ اس وقت زائل ہو جاتی ہے جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کو دینا بند کر دیتا ہے۔

۲۔ ہر نعمت خداوندی میں مخلوق کا حصہ ہے جب کسی کو عظیم نعمتیں دیتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں بھی کثیر ہو جاتی ہیں اس موقع پر اگر صاحب نعمت (مالدار) عہدہ برآہوسکا تو خیر ورنہ نعمت کا زوال لازمی ہے۔

۳۔ جو کسی کو بڑا سمجھتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

۴ - جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی اس کا جسم موٹا ہوگا۔ ۵ - صحیفہ حیات مسلم کا سرنامہ ”حسن خلق“ ہے۔
۶ - جو خدا کے بھروسے پر لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا، لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ ۷ - جو خدا سے ڈرے گا تو لوگ اسے دوست رکھیں گے۔

۸ - انسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔ ۹ - انسان کے کمالات کا دار و مدار عقل کے کمال پر ہے۔
۱۰ - انسان کے لیے فقر کی زینت ”عفت“ ہے خدائی امتحان کی زینت شکر ہے حسب کی زینت تواضع اور فرتنی ہے کلام کی زینت ”فصاحت“ ہے روایات کی زینت ”حافظہ“ ہے علم کی زینت انکساری ہے ورع و تقویٰ کی زینت ”حسن ادب“ ہے قناعت کی زینت ”خندہ پیشانی“ ہے ورع و پرہیزگاری کی زینت تمام مہملات سے کنارہ کشی ہے۔
۱۱ - ظالم اور ظالم کا مددگار اور ظالم کے فعل کے سراہنے والے ایک ہی زمر میں ہیں یعنی سب کا درجہ برابر ہے۔
۱۲ - جو زندہ رہنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزمائے۔

۱۳ - خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں اول استغفار دوم نرمی اور فرتنی سوم کثرت صدقہ۔
۱۴ - جو جلد بازی سے پرہیز کرے گا لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ ۱۵ - اگر جاہل زبان بند رکھے تواختلافات نہ ہوں گے ۱۶ - تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں ۱ - معاشرہ انصاف ۲ - مصیبت میں ہمدردی ۳ - پریشان خاطر میں تسلی -

۱۷ - جو کسی بری بات کو اچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ ۱۸ - کفران نعمت کرنے والا خدا کی ناراضگی کو دعوت دیا ہے۔

۱۹ - جو تمہارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اس نے تمہیں اس سے زیادہ دیدیا۔
۲۰ - جو اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا حسن ہے، اور جو علانیہ نصیحت کرے، گویا اس نے اس کے ساتھ برائی کی۔

۲۱ - عقل مندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک دوسرے پر انسان پر غلبہ کرتے رہتے ہیں اور جب ۱۸ سال پورے ہو جاتے ہیں تواستقلال پیدا ہو جاتا ہے اور راہ معین ہو جاتی ہے -

۲۲ - جب کسی بندہ پر نعمت کا نزول ہوا اور وہ اس نعمت سے متاثر ہو کر یہ سمجھے کہ یہ خدا کی عنایت و مہربانی ہے تو خداوند عالم کا شکر کرنے سے پہلے اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس طرح چاہے عذاب کر سکتا ہے تو خداوند عالم اسے استغفار سے قبل بخش دیتا ہے۔

۲۳ - شریف وہ ہے جو عالم ہے اور عقل مند وہ ہے جو متقی ہے۔ ۲۴ - جلد بازی کر کے کسی امر کو شہرت نہ دو، جب تک تکمیل نہ ہو جائے -

۲۵ - اپنی خواہشات کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ دل تنگ ہو جائے۔ ۲۶ - اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اور ان پر رحم کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو۔

۲۷ - عام موت سے بری موت وہ ہے جو گناہ کے ذریعہ سے ہو اور عام زندگی سے خیر و برکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے۔

۲۸ - جو خدا کے لیے اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے لیے جنت میں گھر بنالیا۔
۲۹ - جو خدا پر اعتماد رکھے اور اس پر توکل اور بھروسہ کرے خدا اسے ہر برائی سے بچاتا ہے اور اس کی ہر قسم کے دشمن سے حفاظت کرتا ہے۔

۳۰ - دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔ ۳۱ - زہد کی انتہا ورع و تقویٰ ہے۔ ۳۲ - دین کو تباہ کر دینے

والی چیز بدعت ہے۔

۳۳۔ انسان کو برباد کرنے والی چیز ”لالچ“ ہے۔ ۳۲۔ حاکم کی صلاحیت رعایا کی خوشحالی کا دار و مدار ہے۔ ۳۵۔

دعا کے ذریعہ سے ہربلا ٹل جاتی ہے۔

۳۶۔ جو صبر و ضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا۔ ۳۷۔ جو دنیا میں تقویٰ کا بیج بوئے گا آخرت میں دلی مرادوں کا پھل پائے گا۔ (نورالابصار ص ۱۲۸ طبع مصر)۔

امام محمد تقی کی نظربندی، قید اور شہادت

مدینہ رسول سے فرزند رسول کو طلب کرنے کی غرض چونکہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھی، اس لیے عظیم شرف کے باوجود آپ حکومت وقت کی کسی رعایت کے قابل نہیں متصور ہوئے معتصم نے بغداد بلوا کر آپ کو قید کر دیا، علامہ اربلی لکھتے ہیں، کہ چون معتصم بخلافت بہ نشست آنحضرت را از مدینہ طیبہ بدار الخلافہ بغداد آورد و حبس نمود (کشف الغمہ ص ۱۲۱)۔

ایک سال تک آپ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپ کمالات امامت کے حامل کیوں ہیں اور آپ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ پر اس قدر سختیاں تھیں اور اتنی کڑی نگرانی اور نظربندی تھی کہ آپ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے تھے بہر حال وہ وقت آگیا کہ آپ صرف ۲۵ / سال ۳ ماہ ۱۲ / یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخری ذی قعدہ (بتاریخ ۲۹ / ذی قعدہ ۲۲۰ ہجری یوم سہ شنبہ) معتصم کے زہر سے شہید ہو گئے (کشف الغمہ ص ۱۲۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۳، روضۃ الصفاح جلد ۳ ص ۱۶، اعلام الوری ص ۲۰۵، ارشاد ص ۲۸۰، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، انوار الحسینیہ ص ۵۲)۔

آپ کی شہادت کے متعلق ملامین کہتے ہیں کہ معتصم عباسی نے آپ کو زہر سے شہید کیا (وسیلۃ النجات ص ۲۹۷) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ کو امام رضا کی طرح زہر سے شہید کیا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ ”گویند زہر شہیدشہ“ کہتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے (روضۃ الشهداء ص ۲۳۸)۔ ملا جامی کی کتاب میں ہے ”قیل مات مسموما“ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر سے ہوئی ہے (شواہد النبوت ص ۲۰۴)۔ علامہ نعمت اللہ جزائری لکھتے ہیں کہ ”مات مسموما قد سمم المعتصم“ آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں اور یقیناً معتصم نے آپ کو زہر دیا ہے، انوار النعمانیہ ص ۱۹۵)

علامہ شبلی نجی لکھتے ہیں کہ انہ مات مسموما آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں ”یقال ان ام الفضل بنت المامون سقتہ، بامرابیہا“ کہا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہر دے کر شہید کیا (نورالابصار ص ۱۲۷، ارجح المطالب ص ۲۶۰)۔

مطالب یہ ہوا کہ مامون رشید نے امام محمد تقی کے والد ماجد امام رضا کو اور اس کی بیٹی نے امام محمد تقی کو بقبول امام شبلی نجی شہید کر کے اپنے وطیرہ مستمرۃ اور اصول خاندانی کو فروغ بخشا ہے، علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ ”دخلت امراتہ ام الفضل الی قصر المعتصم“ کہ امام محمد تقی کو شہید کر کے ان کی بیوی ام الفضل معتصم کے پاس چلی گئی بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے شہادت کے وقت ام الفضل کے بدترین مستقبل کا ذکر فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں اس کے ناسور ہو گیا تھا اور وہ آخر میں دیوانی ہو کر مری۔

مختصر یہ کہ شہادت کے بعد امام علی نقی علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد آپ مقابر قریش اپنے جد نامدار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے

گئے چونکہ آپ کے دادا کالقب کاظم اور آپ کالقب جواد بھی تھا اس لیے اس شہرت کو آپ کی شرکت سے ”کاظمین“ اور وہاں کے اسٹیشن کو آپ کے دادا کی شرکت کی رعایت سے ”جوادین“ کہاجاتا ہے۔ اس مقبرہ قریش میں جسے کاظمین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۳۵۶ ہجری میں مطابق ۹۹۸ء میں معزالدولہ اور ۴۵۲ ہجری مطابق ۱۰۴۴ء میں جلال الدولہ شاہان آل بویہ کے جنازے اعتقاد مندی سے دفن کئے گئے کاظمین میں جوشاندار روضہ بنا ہوا ہے اس پر بہت سے تعمیری دور گزرے لیکن اس کی تعمیر تکمیل شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۶۶ ہجری مطابق ۱۵۲۰ء میں کرائی ۱۲۵۵ ہجری مطابق ۱۸۵۶ء میں محمد شاہ قاچار نے اسے جواہرات سے مرصع کیا۔

آپ کی ازواج اور اولاد

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے چند بیویاں تھیں جن ام الفضل بنت مامون رشید عباسی اور سمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیت رکھتی تھیں جناب سمانہ خاتون جو کہ حضرت عمار یاسر کی نسل سے تھیں، کے علاوہ کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ کو اولاد کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دونرینہ اور دو غیر نرینہ تھیں، جن کے اسماء یہ ہیں ۱۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام، ۲۔ جناب موسیٰ مبرقع علیہ الرحمة، ۳۔ جناب فاطمہ، ۴۔ جناب امامہ، (ارشاد مفید ص ۴۹۳، صواعق محرقہ ص ۱۲۳، روضۃ الشهداء ص ۴۳۸، نور الابصار ص ۱۲۷، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، کشف الغمہ ص ۱۱۶، اعلام الوری ص ۲۰۵ وغیرہ)۔